# دیباچہ ''پیامِ مشرق'': چند تصریحات

محمد اکرام چغتائی

This article consists of annotated footnotes and comments on the preface to Payam-i-Mashriq (Message from the East). Allama Iqbal wrote his poetry book "Payam-i-Mashriq " in response to West–östlicher Divan by Goethe, a well-known German literary figure and national poet of Germany. There is no denying in the fact that most of the literature of the West in general and German classical literature in particular is heavily influenced by Eastern poetry and literature. Iqbal wanted to work on it but the relevant material was not available in India, due to which he could not work as intended on the influence of Eastern poets on Western literature. What Iqbal has written in this regard, he was forced to rely on secondary sources. Iqbal has expressed his wish in the preface of Payam-i-Mashriq and also explained the reason for its unfulfillment. Drawing attention to the same idea of Iqbal, explanatory footnotes and comments on the preface of Payam-i-Mashriq have been written in the article under study.

بلاشبہ علامہ محمد اقبال ایک نابغۂ روزگار شخصیت ہیں۔ اُن کی فکری اور شعری عظمت کی مختلف جہات کا ایک مستحسن رخ یہ بھی ہے کہ وہ مخلوق خدا کو اجتماعی اور انفرادی سطح پر بلاتمیزِ مذہب وملت ایک دوسرے کے قریب لانے کے لیے کوشاں رہے۔ ''آئینِ نو'' اور ''طرزِ کہن'' کے بارآور ملاپ کے متمنی، حرم کی پاسبانی کے لیے اپنی ہم مذہب اقوام وملل کے اتحاد کے داعی، جس میں پین اسلامک فکر بھی کارفرما ہوسکتی ہے۔ بقول شخصے آفاقی سطح پر اقبال ''مغرب'' اور ''مشرق'' کو ایک دوسرے کے قریب لانے کا ذریعہ بن سکتے ہیں اور اس ضمن میں انھیں پاکستان اور جرمن کلچر کے مابین پُل قرار دیا جاتا ہے اور اس کا ناقابلِ تردید ثبوت اقبال کی تیسری فارسی کتاب پیامِ مشرق پیش کی جاتی ہے، جو اُنھوں نے جرمنی کے قومی شاعر اور مفکر

گوئٹے کے ''دیوان'' کے جواب میں پیش کی۔

گوئٹے سے روحانی قربت کے احساس اور ''فاؤسٹ'' میں جرمنوں کے قومی کردار کے پُر جوش اظہار یا بحوالہ شمل ''اعلیٰ تخصیص'' کا نتیجہ پیامِ مشرق کی صورت میں منظر عام پر آیا[۱] جس کے متعلق دورِ حاضر کے ایک جواں سال اسکالر ان الفاظ میں اظہار خیال کرتے ہیں:

"The influence of German thought and literature apparently enabled Iqbal to move beyond a purely British-informed Western experience. In this context, Payam-i-Mashriq (A Message of the East)--written as a replique to Goethe's West-östlicher Divan--can be examined as one of the earliest instances of a voice from the 'Orient' appropriating for itself the spirit to articulate an idea of self-hood and to argue on par with its Western counterpart(s) in an explanatory effort to identify and probe their mutual intellectual-spiritual ancestry. A discussion of this aspect of Iqbal's thought, and particularly as reflected in Payam-i-Mashriq, should necessarily involve determining the extent to which the contours of Iqbal's Weltanshauung were shaped by Orientalist constructions of an external unchanging Platonic vision of the Orient, considering that he himself was influenced by the trappings of an essentially spiritual and idealistic 'Oriental' outlook..."[2]

پیامِ مشرق کے سرورق ہی سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ اقبال کا ''جواب'' ہے، گوئٹے کے ''دیوان'' کا۔ بظاہر یہ ''سوال و جواب'' دونوں ہی غیر متعلق سے محسوس ہوتے ہیں۔ ان میں اسالیب بیان کی یکسانیت اور موضوعی ہم آہنگی تو دکھائی نہیں دیتی۔ نیز یہ کہ جس ''دیوان'' کا جواب ہے، اس سے کچھ براہ راست اخذ نہیں کیا گیا۔ راقم نے اپنی تحریروں میں اس موضوع پر تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے[۳] یہاں صرف یہ کہنا مناسب ہو گا کہ گوئٹے کی شعری تخلیق کے بنیادی محرکات میں ''دیوان حافظ'' شامل ہے اور غالباً اسی سے لفظ ''دیوان'' لیا گیا ہے۔ اس لفظ کے ساتھ ''مغرب و مشرق'' کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں اور یوں ان دور دراز کے دو منطقوں کو فکری اور تہذیبی اعتبار سے ممکن حد تک ایک دوسرے کے قریب لانا مقصود تھا۔ عرصۂ دراز تک بہت سے اربابِ فکر و نظر ان دونوں کے ثقافتی اتصال کے لیے کوشاں رہے۔ ممکن ہے ''دیوان'' کے پس منظر میں یہ تصور کارفرما رہا ہو اور اقبال بھی دیگر عوامل کے علاوہ گوئٹے کی اس سوچ سے متاثر ہوئے ہوں۔

معروف جرمن اردو داں خاتون کرسٹینا ''شاعرِ مشرق'' اور ''پیرِ مغرب'' کی ذہنی قربتوں اور فاصلوں کے متعلق ان الفاظ میں اظہار خیال کرتی ہیں:

"Iqbal later consciously drew inspiration from Goethe and referred to him as a

kindred spirit. Despite certain similarities in their outlook and situation, there was a number of significant differences apart from the historical difference. Goethe followed a very broad-minded, pantheistic vision of the world and humanity. Religious affiliations and command- ments were completely beyond his perspective. Hence, his world-view was more universal than Iqbal's. Secondly, Eros in all its manifestations was one of the driving impulses of Goethe's creativity, whereas the former rely ever surfaces in Iqbal's poetry."(4)

اقبال نے اپنی تین منظوم فارسی تصانیف کے اردو دیباچے تحریر کیے ہیں، جن کے بغور مطالعہ کی روشنی میں ان کے خیالاتِ عالیہ کی تفہیم میں قدرے آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔[۵] اسی ذیل میں پیامِ مشرق کا ابتدائیہ بھی خاصی اہمیت کا حامل ہے، جس کے شارحین[۶] اور مترجمین[۷] نے اشخاص، رسائل اور کتب کے توضیحی حواشی سے اجتناب کیا ہے، حتیٰ کہ جرمن مترجم ڈاکٹر شمل نے بھی انتہائی اختصار سے کام لیا ہے۔[۸] اس پس منظر میں راقم نے فی الحال زیرِ مطالعہ مضمون میں پیامِ مشرق کے دیباچے ہی کو بغرض تشریحی حواشی اور تعلیقات کے لیے منتخب کیا ہے، جو درج ذیل ہیں:

## دیباچہ:

پیامِ مشرق کی تصنیف کا محرک جرمن ''حکیم حیات'' گوئٹے کا ''مغربی دیوان'' ہے جس کی نسبت جرمنی کا اسرائیلی شاعر ہائنے[۹] لکھتا ہے۔

''یہ ایک گلدستۂ عقیدت ہے جو مغرب نے مشرق کو بھیجا ہے......اس دیوان سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ مغرب اپنی کمزور اور سرد روحانیت سے بیزار ہو کر مشرق کے سینے سے حرارت کا متلاشی ہے۔''[۱۰]

گوئٹے کا یہ مجموعۂ اشعار جو اس کی بہترین تصانیف سے ہے اور جس کو اس نے خود ''دیوان''[۱۱] کے نام سے موسوم کیا ہے، کئی اثرات کا نتیجہ تھا اور کن حالات میں لکھا گیا، اس سوال کا جواب دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مختصر طور پر اس تحریک کا ذکر کیا جائے جس کو المانوی ادبیات کی تاریخ میں ''تحریک مشرقی'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔[۱۲] میرا قصد تھا کہ اس دیباچے میں تحریک مذکور پر کسی قدر تفصیل سے بحث کروں گا مگر افسوس ہے کہ بہت سا مواد جو اس کے لیے ضروری تھا، ہندوستان میں دستیاب نہ ہو سکا۔ پال ہورن[۱۳] تاریخ ادبیات ایران[۱۴] کے مصنف نے ایک مضمون میں اس امر پر بحث کی ہے کہ گوئٹے کس حد تک شعرائے فارس کا ممنون ہے، لیکن رسالہ نار و انڈ سود کا وہ نمبر جس میں مضمون مذکور شائع ہوا تھا، نہ ہندوستان کے کسی کتب خانے سے مل سکا نہ جرمنی سے۔[۱۵] مجبوراً اس دیباچے کی تالیف میں کچھ تو گذشتہ مطالعہ کی یادداشت پر بھروسہ کرتا ہوں اور کچھ مسٹر چارلس ریمی کے مختصر مگر نہایت مفید اور کارآمد رسالے پر جو انھوں نے اس موضوع پر لکھا ہے۔''[۱۶]

## (۲)

سطورِ بالا میں جرمن شاعر اور نثر نگار ہائنے (۱۷۵۶ء-۱۸۵۶ء) کے ایک اقتباس کا ذکر کیا گیا، جس کا ایک حصہ متعلقہ ''مغربی دیوان'' (گوئٹے) کا اردو ترجمہ اس دیباچے کے آغاز میں درج کیا ہے۔ یہ مکمل اقتباس (بزبان جرمن) درجِ ذیل ہے:

"Umbeschrieblich ist der Zauber dieses Buch: es ist ein Selam, den der Okzident dem Orient geschickt hat, und es sind gar närrische Blumen darunter... Dieser Selam aber bedeutet, dass der Okzident seines frierend mageren Spiritualismus überdrüssig gewarden und an der gesunden Körperwelt des Orients sich wieder erlaben mochte."[17]

اس مختصر اقتباس سے چند سطور بعد اقبال جرمن ادبیات کی تاریخ میں ''تحریک مشرقی'' کا ذکر کرتے ہیں، جس پر وہ مفصل لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے، لیکن ہندوستان میں اسی موضوع سے متعلق اہم مصادر ناپید تھے، اس لیے انھیں ثانوی مآخذ مثلاً ریمی کی انگریزی کتاب سے ضروری معلومات ہی سے استفادہ کرنا پڑا۔ گذشتہ پون صدی بالخصوص جنگ عظیم دوم کے اختتام (۱۹۴۵ء) اور دیوارِ برلین کے انہدام (۱۹۸۹ء) کے بعد اس موضوع پر مقالات اور کتب کی صورت میں بہت کچھ لکھا گیا ہے، جس کا اجمالی تذکرہ بھی طوالت کا باعث ہوگا۔ یہاں آندریافیوکس کی جرمن کتاب بعنوان ''جرمن ادب میں شرق شناسی، متون اور مطالعات'' کا حوالہ بھی ضروری ہے، جس میں اس تحریک سے متعلق شعراء وغیرہ کی تحریریں اور ان کے بارے میں مضامین کو شامل کیا گیا ہے۔)[۱۸]

پاول ہورن اور ریمی کا تفصیلی ذکر حواشی میں ہو چکا ہے۔ اس کے بعد اقبال نے جرمن ادب کی مشہور شخصیت ہرڈر کا ذکر کیا ہے ''جس کی صحبت کے اثرات کو گوئٹے نے خود اپنے سوانح میں تسلیم کیا ہے۔''[۱۹] ہرڈر نے سعدی کی ''گلستاں'' کے بعض حصوں کو جرمن میں منتقل کیا۔ حافظ کی نسبت سعدی اس کے پسندیدہ شعراء میں شامل تھا۔ چناں چہ وہ لکھتا ہے کہ ''حافظ کے رنگ میں ہم بہت کچھ نغمہ سرائی کر چکے، اس وقت سعدی کے تلمذ کی ضرورت ہے۔'' (دیباچہ)۔ ہرڈر کی جرمن عبارت یہ ہے:

"An Hafyz Gesängen haven wir fast genug; Sa'adi ist uns lehrreicher gewesen."[20]

اقبال کا ترجمہ سلیس اور بامحاورہ ہے اور اس سے ان کی جرمن زبان جاننے کی اہلیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

گوئٹے کے ایک اور معاصر مؤرخ، شاعر اور ڈراما نگار شلر (۱۷۵۹ء-۱۸۰۵ء)[۲۱] کے ڈراما ''توران وخت'' (Turandot) کا ذکر کیا گیا ہے، جس کا پلاٹ نظامی گنجوی کی ''ہفت پیکر'' (Sieben Gemalde)

سے لیا گیا ہے۔

اس حوالے سے اقبال نے ''ہفت پیکر'' کا ابتدائی شعر نقل کیا ہے:

گفت کز جملۂ ولایتِ روس

بود شہرے بہ نیکوئی چو عروس

جس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے ریمی کی انگریزی کتاب (حوالۂ مذکور) کے علاوہ پاول ہورن کی جرمن کتاب ''تاریخِ ادبِ فارسی'' (۱۹۰۱ء۔ص۲۹۴) سے بھی استفادہ کیا ہے۔

❋❋❋❋

تاریخِ استشراق کے جدِ اعلیٰ آسٹرین خاور شناس ہامر پورگشتال (۱۷۷۴ء-۱۸۵۶ء)[۲۲] نے ''دیوان حافظ'' کا جرمن ترجمہ کیا (مطبوعہ شٹٹ گارٹ/ ٹیوبنگن ۱۸۱۲ء-۱۸۱۳ء) ''جس کی اشاعت سے جرمن ادبیات میں مشرقی تحریک کا آغاز ہوا''......

حافظ کے ترنم نے اس کے تخیلات میں ایک ہیجان عظیم برپا کر دیا جس نے آخر کار ''دیوان مغربی'' کی ایک پائدار اور مستقل صورت اختیار کر لی، مگر فون ہیمر [ہامر] کا ترجمہ گوئٹے کے لیے محض ایک محرک ہی نہ تھا بلکہ اس کے عجیب وغریب تخیلات کا ماٗ خذ بھی تھا۔'' ۲۳(دیباچہ)

البرٹ بیل سوشکی (Albert Bielschowsky، ۱۸۴۷ء-۱۹۱۲ء) نے گوئٹے کی سوانح اور تصانیف پر جو جامع کتاب[۲۴] قلم بند کی، اقبال نے اس کے ایک اقتباس کا اردو ترجمہ کر دیا ہے۔اس قدرے طویل اقتباس کے ایک حصے ہی کو اردو میں منتقل کیا ہے[۲۵] اور آخری حصہ کو اس ترجمہ میں شامل نہیں کیا گیا۔[۲۶]

حافظ کے علاوہ گوئٹے دیگر معروف فارسی شعراء مثلاً فرید الدین عطار (م۔۱۲۲۲ء) شیخ سعدی شیرازی، فردوسی اور ''عام اسلامی لٹریچر'' سے بھی فیضیاب ہوا اور ان شعراء کے مستعملہ استعارات مثلاً ''گوہر اشعار'' (Juwelen der Verse)، ''تیر مژگاں'' (Feilder Wimpern) اور ''زلفِ گرہ گیر'' (Gekrümmte Locke) کو بھی استعمال کیا۔[۲۷] ''دیوان'' کے حصوں کو ''زلیخا نامہ''، ''ساقی نامہ'' وغیرہ جیسے فارسی عنوانات کے تحت تقسیم کیا، لیکن اس گہری شعری وابستگی کے علی الرغم وہ کسی فارسی شاعری کا مقلد نہیں اور نہ ''عجمی تصوف'' سے دلچسپی رکھتا ہے، بلکہ اپنی ''مغربیت'' کو مضبوطی سے تھامے رکھتا ہے۔مولانا جلال الدین رومی (۱۲۰۷ء-۱۲۷۳ء) کے نظریۂ وحدت الوجود پر بنظرِ غائر نظر نہیں ڈالی، حالاں کہ وہ اس نظریے کو درست ماننے والے ہالینڈ کے یہودی فلسفی سپونوزا (Baruch Spinoza، ۱۶۳۲ء-۱۶۷۳ء) اور ہالینڈ کے یہودی فلسفی برونو (Giordano Bruno، ۱۵۴۸ء-۱۶۰۰ء) کا مداح تھا۔

گوئٹے نے بذریعہ ''دیوان'' جرمن ادب میں جو روح پیدا کی، اس کے بعد وہ جن اجسام میں منتقل

ہوئی ، ان میں سب سے پہلے شاعر اور ڈراما نویس پلاٹن ( Count von August Platen-Hallermunde، ۱۷۹۶ء-۱۸۳۵ء) کا نام لیا جا تا ہے جس نے فارسی سیکھی۔ غزلیات، رباعیات اور قصائد لکھے اور گوئٹے کی طرح فارسی استعارات مثلاً ''عروس گل'' (Rosenbraut) ، ''زلف مشکیں'' (Moschuslocke) اور ''لالہ عذار'' (Tulpenwange) استعمال کیے۔[۲۸]

جرمن ادبیات میں تحریک مشرقی کا اہم ترین شاعر فریدرش ریوکرٹ (Friedrich Rückert، 1788ء- 1866ء) عربی، فارسی کے علاوہ سنسکرت بھی جانتا تھا۔ غزل گوئی میں مولانا رومی کا تتبع، مشرقی نظم کے معتبر مآخذ پر کامل دسترس رکھنے والا، اسلامی تاریخ اور قبل از اسلام ایرانی روایات و حکایات کا واقف کار بھی تھا۔[۲۹]

گوئٹے کی پھونکی ہوئی ''عجمی روح'' کو جذب کرنے والا شاعر بوڈن شٹیٹ ( Friedrich Martin von Bodenstedt، ۱۸۱۹ء-۱۸۹۲ء) تھا۔ عمر خیام کا مترجم اور مقبول مجموعہ منظومات بعنوان ''اشعارِ مرزا شفیع'' (Die Lieder des Mirza-Schaffi مطبوعہ برلین، ۱۸۷۰ء، طبع اول ۱۸۵۱ء) کا شاعر، جس نے ''امیر معزی اور انوری سے بھی استفادہ کیا۔''[۳۰]

ہائنے، جس کا ذکر اقبال اپنے دیباچے کے شروع میں کرتے ہیں، کے مجموعہ اشعار بعنوان ''اشعار تازہ'' (Neue Gedichte، مطبوعہ شٹٹ گارٹ، ۱۹۹۵ء) میں انھیں عجمی اثر نمایاں نظر آتا ہے اور خود کو خیالی جلاوطنی میں تصور کرتے ہوئے پکار اٹھتا ہے:

''اے فردوسی! اے جامی! اے سعدی! تمھارا بھائی زندانِ غم میں اسیر شیراز کے پھولوں کے لیے تڑپ رہا ہے۔''

"O Firdosi! O Dschami! O Saadi! Euer Bruder ist im Gefängnis des Kummers gefangen...Ach, wie sehre ich mich nach Rosen von Schraz!"(31)

مقلدین حافظ کے کم معروف شعراء میں ڈومر (Georg Friedrich Daummer ، ۱۸۰۰ء-۱۸۷۵ء)، ''ہرمن سٹال'' [ہرمان شٹال] (Hermann Stahl)، ''لوشکے'' [لیوشکے] (Löschke)، ''سٹائل لٹز'' [شٹیگ لٹس] (Heinrich Stieglitz)، ''لنٹ ہولڈ'' [لاڈٹ ہولٹ] ( Heinrich Leuthold، ۱۸۲۷ء-۱۸۷۹ء) اور فان شاک (Adolf Friedrich von Schack، ۱۸۱۵ء-۱۸۹۴ء) شامل ہیں، جس کی شاعری پر عمر خیام کا زیادہ اثر ہے اور اس نے محمود غزنوی کے قصہ انصاف (Die Gerechtigkeit des Mahmood von Ghazna) اور قصہ ہاروت و ماروت (Harut und Marut) پر نظمیں تحریر کیں۔

ریمی کی انگریزی کتاب (۱۹۰۱ء) اور پاول ہورن کی ''تاریخ ادبیات فارسی'' (۱۹۰۱ء) سے اخذ کردہ

معلومات سے کہیں کہیں استفادہ کے بعد اقبال جرمن ادبیات کی تحریک مشرقی کی مفصل تاریخ رقم کرنے کے بارے میں ایک بار پھر اُسی رائے کا اظہار کرتے ہیں، جو وہ اس دیباچے کے آغاز میں بیان کر چکے تھے، یعنی

> ''تحریک مشرقی کی تحریک لکھنے اور جرمن اور ایرانی شعراء کا تفصیلی مقابلہ کر کے عجمی اثرات کی صحیح وسعت معلوم کرنے کے لیے ایک طویل مطالعہ کی ضرورت ہے جس کے لیے نہ وقت میسر ہے اور نہ سامان۔ ممکن ہے کہ یہ مختصر سا خاکہ کسی نوجوان کے دل میں تحقیق و تدقیق کا جوش پیدا کر دے۔''

اپنی عدیم الفرصتی اور متعلقہ بنیادی مصادر کی نایابی کے باعث وہ یہ تاریخ تو نہ لکھ سکے، لیکن انھوں نے اس مختصر سے خاکے سے مستقبل کی نوجوان نسل سے جو امید باندھ رکھی تھی، وہ افسوس! پوری نہ ہو سکی، البتہ جرمن مستشرقین بالخصوص ایران شناسوں نے اس کمی کو پورا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

❊❊❊❊

اقبال بطور مفکر پہلی جنگ عظیم کے اختتام (۱۹۱۸ء) کے بعد اس کی قیامت خیز تباہیوں کے خاکستر سے نئی دنیا کے ظہور کی چنگاری پھوٹتی ہوئی محسوس کرتے ہیں اور البرٹ آئن شٹائن (۱۸۷۹ء-۱۹۵۵ء) اور ہنری برگساں (۱۸۵۹ء-۱۹۴۱ء) کی تحریروں میں اس کا دھندلا سا خاکہ دیکھتے ہوئے سابق وزیر اعظم اطالیہ سائنر نیٹی (Francesco Saverio Nitti، ۱۸۶۸ء-۱۹۵۳ء) کی ''انحطاطِ مغرب'' میں بیان کردہ دل ہلا دینے والی داستان بھی پڑھ لی۔(32) دو عالمی جنگوں کی درمیانی مدت کے شاعر (Interwar Poet) اقبال پہلی جنگ عظیم کے بعد امریکہ کو مغربی تہذیب کے نئے علم بردار اور اسلامی مشرق کو طویل نیند کے بعد آنکھ کھولتے ہوئے محسوس کرتے ہیں اور اس تناظر میں وہ ''پیامِ مشرق'' کا انتساب افغانستان کے نئے فرمانروا امان اللہ خاں (۱۸۹۲ء-۱۹۶۰ء، دورِ حکومت ۱۹۱۹ء-۱۹۲۹ء) کے نام کرتے ہیں۔

آخر میں اقبال اپنے دوست چودھری محمد حسین ایم اے کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے اس کتاب کو شائع کرنے کے لیے اس کے قلمی مسودہ کو مرتب کیا اور اس کے شائع ہوتے ہی مفصل مقالہ بھی سپردِ قلم کیا۔[۳۳]

راقم نے اپنے ایک مضمون ''۲۰۱۹ء اور ہم'' کی تیسری قسط میں اقبال شناسوں اور قارئین کی توجہ اس جانب مبذول کرائی تھی کہ اقبال نے پیامِ مشرق کی صورت میں گوئٹے کے ''دیوان'' کا جو جواب دیا تھا، جس کا پہلا ایڈیشن ۱۸۱۹ء میں منظر عام پر آیا تھا۔ اب اس کی اشاعت دو صدیاں مکمل ہو گئیں اور اس موقعہ کی مناسبت سے ہمیں سرکاری، نیم سرکاری یا نجی سطح پر تقریب منعقد کرنی چاہیے، جس میں اس حوالے سے گوئٹے اور اقبال کے فکری اور شعری مماثلات پر اظہار خیال کیا جائے۔[۳۴] صد افسوس! میری یہ محدود کاوشیں ناکام رہیں اور ۲۰۱۹ء گزر گیا اور کسی بھی جانب سے جواب موصول نہ ہوا۔ اس کے برعکس جرمنی نے اپنے قومی شاعر کے ''دیوان'' کی اشاعت کے دو سو سال مکمل ہونے پر متعدد تقاریب منعقد کیں۔

کتب، مقالات کے مجموعے اور علمی جرائد کے خصوصی شمارے طبع ہوئے اور یوں جرمن ادبیات کی تحریک مشرقی کے اس شاعر کو شاندار خراج تحسین پیش کیا گیا۔

اپنے اس مضمون میں راقم نے پیامِ مشرق کی قلمی بیاض (مخزونہ اقبال میوزیم، لاہور) کا حوالہ دیا تھا، جس میں اقبال نے بعض نظموں کا سنۂ تکمیل اپنے قلم سے ۱۹۱۷ء اور ''در جواب دیوان شاعر المانوی گوئٹے'' (بزبان انگریزی) لکھا ہے۔ بعض اندرونی شواہد اور مراسلات کی روشنی میں راقم نے اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ اقبال اپنی تیسری فارسی کتاب گوئٹے کے ''دیوان'' کی اشاعت کے سو سال مکمل ہونے پر پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، لیکن بعض ناگزیر وجوہ کے باعث وہ ایسا نہ کر سکے اور بالآخر چند سال تاخیر کے بعد یہ پہلی بار ۱۹۲۳ء میں شائع ہو سکی۔ پیامِ مشرق کے اردو دیباچے میں بھی اقبال نے اپنی اس خواہش کا ان الفاظ میں اظہار کیا ہے:

> پیامِ مشرق کے متعلق جو ''مغربی دیوان'' سے سو سال بعد لکھا گیا ہے، مجھے کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔''[۳۵]

❁.....❁.....❁

## حوالہ جات وحواشی

۱- رجوع کیجیے (=رک) شمل کا انگریزی مضمون ''اقبال اور گوئٹے'' در: .Iqbal: Commemorative Volume، مرتبہ علی سردار جعفری، دہلی ۱۹۸۰ء، ص ۶۹

۲- رک: علی عثمان قاسمی کا تعارفی مضمون، در: *Revisioning Iqbal. As a Poet and Muslim Political Thinker.*، مرتبہ علی عثمان قاسمی و دیگر۔ کراچی ۲۰۱۱ء، ص ۲۰

۳- اقبال اور گوئٹے (انگریزی)۔ لاہور ۲۰۰۰ء؛ پیامِ مشرق، چند تصریحات۔ لاہور ۲۰۱۵ء؛ اقبال اور جرمنی، لاہور ۲۰۲۰ء۔

۴- Christina Oesterheld کا مقالہ ''اقبال کی نظم ''ایک شام نیکر کے کنارے'' اور گوئٹے کی ایک نظم ''آوارہ گرد کا نالۂ شب'' کا تقابلی مطالعہ'' در: Revisioning Iqbal، محولہ بالا، ص ۵۵۔

۵- رک: ترجمہ دیباچہ ہائے اقبال: اسرارِ خودی، رموزِ بے خودی و پیامِ مشرق۔ مترجم ڈاکٹر محمد ریاض۔ (اقبالیات، جنوری ۱۹۷۱ء، ص ۱-۱۲)۔

۶- یوسف سلیم چشتی (۱۹۵۳ء) نے دیباچے کو ''بہت پُر مغز، پُر از معلومات اور بصیرت افروز'' قرار دیا ہے؛ تسہیل پیامِ مشرق از جاوید احمد، نثری ترجمہ از خرم علی شفیق، لاہور ۲۰۱۰ء۔

۷- فرانسیسی (میرووچ، پیرس، ۱۹۵۶ء)، ترکی (علی نہاد ترلان، انقرہ ۱۹۵۶ء)، چیک (یان مارک، پراگ ۱۹۶۰ء)، انگریزی (محمد ہادی حسین، لاہور ۱۹۷۱ء، طبع مکرر ۲۰۰۴ء) اور بوسنیا (D. Latic، لاہور 2013ء)۔

۸- ویس بادن، ۱۹۶۳ء، طبع ثانی، در: مجموعہ تراجم، ٹیوبنگن ۱۹۷۷ء، ص ۱۲۱-۱۹۷

۹- جرمن تلفظ ''ہائنے''۔ پورا نام ہائنرخ ہائنے (Heinrich Heine)۔ رک: *Heinrich Heine: Historisch-kritische Ausgabe der Werke.* Ed. Manfred Windfer. Hamburg, 1982. (ہائنرخ کی تاریخی اور تنقیدی تحریروں کا انتخاب، جن میں اقبال کے درج کردہ اردو ترجمہ کی اصل جرمن عبارت بھی موجود ہے)۔

۱۰- اقبال کے نجی کتب خانہ میں ہائنے کے نثر پاروں کا انگریزی ترجمہ موجود تھا، جس سے گوئٹے کے ''دیوان'' کے متعلق اس رائے کو اردو میں منتقل کیا گیا۔ (رک: راقم کی انگریزی کتاب ''اقبال اور گوئٹے''۔ لاہور ۲۰۰۳ء، ص ۵۵-۵۷)۔ اب اقبال کا یہ کتب خانہ اقبال اکیڈمی، پاکستان میں منتقل ہو چکا ہے۔
شمل نے پیامِ مشرق کے جرمن ترجمہ (۱۹۶۳ء) میں ہائنے کی اصل جرمن تحریر کو نقل کرنے کے بجائے اس کے اردو متن ہی کو اپنی زبان میں ترجمہ کر دیا ہے۔

۱۱- دیوانِ غرب و شرق (West-oestlicher Divan)۔ رک: اس کا مکمل تصحیح شدہ جرمن متن مع حواشی و تعلیقات۔ مرتبہ Hendrik Birus۔ دو جلد، برلین ۲۰۱۰ء؛ اردو ترجمہ از میاں غلام حسین، اسلام آباد ۲۰۰۱ء، جس کے بارے میں کرسٹینا کی یہ رائے ہے:

> "The translation is rather literal and thus unable to reproduce the aesthetic qualities of the original, but presents very faithfully Goethe's ideas and images."(cf. *Revisioning Iqbal*op. cit., p.46, f.n.23)

۱۲- اقبال کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد اس تحریک پر بیشتر مقالات اور کتب شائع ہو چکی ہیں۔ فریڈرش ریوکرٹ جیسے اس تحریک کے اہم خاور شناسوں پر الگ سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ان جدید تحقیقات کی بنیاد پر اس تحریک پر قدرے تفصیل سے لکھنے کی ضرورت ہے۔ آئندہ کسی مناسب موقع پر ان نئی تحقیقات کا اجمالاً ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

۱۳- پاول ہورن (Paul Horn) 14 جنوری ۱۸۶۳ء کو جرمنی کے معروف شہر ہالے (Halle)، جسے Saale بھی کہا جاتا ہے، میں پیدا ہوا۔ مسیحیت کے پروٹسٹنٹ مسلک کے حوالے سے اس شہر کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ بالخصوص علامہ اقبال کے اس علاقے سے روابط کے شواہد ملتے ہیں، مثلاً اٹھارویں صدی عیسوی میں ڈینش - ہالے مشن کے تحت جنوبی ہند کی جانب جو تبلیغی مشن بھیجا گیا، اُس میں بنجامن شلتسے (Benjamin Schultze، ۱۶۸۹ء-۱۷۶۰ء) بھی شامل تھا۔ اُس نے ٹراونکور کے مقامی باشندوں کو عیسوی مذہب کی دعوت دینے کے لیے 'ہندوستانی' (اردو) سیکھی اور اس غرض سے ۱۷۴۱ء میں اس زبان کی قواعد مرتب کی اور چار سال بعد اسے اپنی نگرانی میں ہالے سے شائع کرا دیا۔ یوں یہ اردو کی قدیم ترین قواعد میں شمار کی جاتی ہے۔(i) بحوالہ اقبال ہالے نامی اس شہر سے تعلق کا اہم پہلو یہ ہے کہ ان کی وفات سے چند گھنٹے قبل ملنے والا شخص یعنی فان ویلتائم (von Veltheim) اسی علاقے کے ایک متمول سیاسی گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ہائیڈل برگ میں علامہ کا ہم جماعت تھا، لیکن یہ روایت غیر مصدقہ ہے۔ بعد میں اقبال کے اس آخری غیر ملکی ملاقاتی نے اپنے جرمن روزنامچہ میں اس ملاقات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔(ii) ہالے یونیورسٹی کے ایک استاد اور نامور جرمن مستشرق یوہان فیوک (Johann Fueck، ۱۸۹۴ء-۱۹۷۴ء) تقسیمِ ہند سے قبل چند سال ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ سے منسلک رہے۔ ان کے پسندیدہ موضوعات میں اقبالیات بھی شامل رہا اور اس ضمن میں اُن کا تفصیلی

مقالہ ''محمد اقبال اور ہند اسلامی جدیدیت'' (جرمن) کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس مقالے کا انگریزی ترجمہ راقم کی کتاب میں شامل ہے۔(iii)

ہالے کی آبادی کی اکثریت پروٹسٹنٹ مسلک کی پیروکار تھی، اس لیے جس خاندان میں پاول ہورن نے آنکھ کھولی، وہ بھی اسی کلیسا سے تعلق رکھتا تھا۔ ابتدائی تعلیم کہاں سے حاصل کی، معلوم نہیں، البتہ یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ ہالے یونیورسٹی ہی میں سنسکرت، اوستا، فارسی اور تقابلی لسانیات کا طالب علم رہا اور بیس سال کی عمر ہی میں ان مطالعات میں کامیابی کی سند حاصل کر لی (۱۸۸۳ء)۔ دو سال بعد یہیں سے اُس نے کرسٹیان بارتولومے (Christian Bartholomae، ۱۸۵۵ء-۱۹۲۵ء) کی زیرِ نگرانی اوستا اور قدیم فارسی کتبات کی رسمی تصریف کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ خصوصی پیش کیا (۶ جون ۱۸۸۵ء) جس کا صرف ابتدائی حصہ ہی شائع ہوا۔ ایک سال بعد (1886ء) وہ رضا کارانہ طور پر جرمن فوج میں بھرتی ہو گیا اور لفٹنٹ کرنل کے عہدے پر کام کرتا رہا۔ یہاں سے فارغ ہوا تو اس نے دو سال کی قلیل مدت میں ایرانی زبانوں پر ایک اور تحقیقی مقالہ مکمل کیا اور چھبیس سال کی عمر میں غیر معمولی پروفیسر کا اعزاز حاصل کر لیا (۱۸۹۹ء)، جس کے صلے میں شٹراس بورگ ہی کی یونیورسٹی میں پڑھانے کی اجازت حاصل ہو گئی (۱۸۹۲ء)۔ وہ یہاں انڈو یورپین تقابلی لسانیات کے ایسوسی ایٹ پروفیسر کی حیثیت سے اپنے تدریسی فرائض ادا کرتا رہا۔ اس دوران میں مختلف تکلیف دہ امراض میں مبتلا رہا اور بالآخر 45 سال کی قلیل عمر ہی میں انتقال کر گیا (۱۱ نومبر ۱۹۰۸ء)۔ باقاعدہ پیشہ معلّمی اختیار کرنے سے ایک سال قبل ہیلنے شاوپ (Helene Schaupp) نامی خاتون سے شادی کر لی (۱۸۹۱ء)، جس کے بطن سے ایک سال بعد بیٹی پیدا ہوئی، جس کا نام والدہ نے اپنے ہی نام پر رکھا یعنی ہیلنے۔(iv)

کم عمری اور خرابی صحت کے باعث ہورن کا تصنیفی سرمایہ اس کے معاصرین کی نسبت قدرے کم ہے، پھر شٹراس بورگ میں نیولدکہ (۱۸۳۶ء-۱۹۳۰ء) جیسی بلند پایہ علمی شخصیت کی موجودگی میں وہ شہرت کی بلندیوں کو نہ چھو سکا، لیکن اس کے باوجود اس کی فارسی اور ترکی زبان و ادب کے بارے میں تحقیقات کی افادیت اور قدر و قیمت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ قیصر ولیم یونیورسٹی کی ملازمت کے دوران میں گائیگر (W. Geiger) اور کوہن (E. Kuhn) کی زیرِ ادارت ایرانی لسانیات کے ایک انسائیکلو پیڈیا کا آغاز ہوا، جو دو ضخیم جلدوں میں شٹراس بورگ ہی سے شائع ہوا۔(v) ان دو جلدوں کی اشاعت کو سو سال سے زیادہ گزر چکے ہیں، لیکن یہ اب بھی ایرانی لسانیات کے بنیادی اور مستند مصادر میں شامل ہے۔ ان میں ہورن کے تحریر کردہ مقالات کی تعداد گیارہ ہے، جن کے عنوانات (اردو ترجمہ میں) درج ذیل ہیں:

جدید فارسی کی ادبی تحریر (۲: ۱-۲۰۰)؛ محمود غزنوی، سلاجقہ، حشیشین (۲: ۵۶۶-۵۷۳)؛ دورِ اسلامی میں تاریخ ایران (۵۵۱-۶۰۴)؛ عربوں کی فتوحات کے دوران عمومی صورت حال (۵۵۳-۵۵۶)؛ مامون اور ایران (۵۵۱-۵۵۸)؛ کوفہ میں مختار کی بے توقیری (۵۵۶-۵۵۷)؛ صفارین (۵۶۰-۵۶۱)؛ صفوی (۵۷۹-۵۸۸)؛ نادر شاہ (۵۸۹-۵۹۲)؛ قاچاری (۵۹۴-۶۰۴)؛ تیمور اور اس کے جانشین (۵۷۶-۵۷۹)۔

اس انسائیکلو پیڈیا کی جلد دوم میں ہورن کے رفیق استاد معروف شرق شناس نیولدکہ کا فردوسی کے ''شاہنامہ'' پر جامع مقالہ شائع ہوا اور اُسے الگ کتابی صورت میں بھی طبع کیا گیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۰ء میں منظرِ عام پر آیا۔ اس مطالعہ کی افادیت اور جامعیت کے پیش نظر پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ فارسی کے پہلے سربراہ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال (م۔

۱۹۴۸ء، ڈاکٹر داؤد رہبر مرحوم کے والد اور صدا کار ضیاء محی الدین کے چچا) نے مصنف کی اجازت سے اس کا براہ راست جرمن سے اردو میں ترجمہ کیا، جو بالاقساط یونیورسٹی اورینٹل کالج میگزین میں ''تاریخ رزمیات ایران'' کے زیر عنوان شائع ہوا۔(vi) ایک پارسی اسکالر نے نیولدکہ کی جرمن کتاب کا انگریزی (بمبئی، ۱۹۳۰ء) اور بزرگ علوی (۱۹۰۴ء-۱۹۹۷ء) نے فارسی میں ترجمہ کیا، بعنوان ''حماسۂ ملّی ایران'' (۱۹۳۳ء)، جس کا دیباچہ سعید نفیسی (۱۸۹۶ء-۱۹۶۶ء) کے عمیق مطالعہ کا غماز ہے۔

نیولدکہ سے قربت، رفاقت اور ''شاہنامہ'' پر اس کی تحقیقات سے ہورن بھی متاثر ہوا اور اس نے فارسی ادبیات کے اس شاہکار کو اپنی تحقیق و تدقیق کا موضوع بنایا۔ وہ حسب خواہش اس عظیم منصوبے کو صحت کی بگڑتی ہوئی صورت حال کے باعث مکمل نہ کر سکا اور صرف تین مضامین ہی لکھ سکا۔(vii)

دیگر تصنیفات اور اہم مقالات کی فہرست، اردو ترجمہ میں:

(الف)۔ جدید فارسی اشتقاقیات کا انسائیکلو پیڈیا۔ شٹراس بورگ، ۱۸۹۳ء۔ طبع عکسی ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۸ء۔ فارسی ترجمہ ''اساسِ اشتقاق فارسی'' از جلال خالقی مطلق۔ تہران ۱۹۷۷ء۔ نیولدکہ سمیت یان ریپکا (Jan Rypka) جیسے فارسی دانوں نے اس کتاب کی اہمیت کا اعتراف کیا ہے۔

(ب) دیوان سلطان سلیم اوّل (۱۵۱۲ء+۱۵۲۰ء)

حسب امر حضرت ویلہلم ثانی ایمپراطور آلمان و پادشاہ پروس این نسخہ نفیسہ دیوان بلاغت عنوان سلطان سلیم خان اوّل باہتمام بندہ قیصری پاول ہورن معلم السنہ شرقیہ در دارالفنون استراسبورج منتخب اتفت نسخ مختلفہ۔

در مطبع دولتی در شہر شہیر برلین پایہ تخت آلمان بزیور طبع آراستہ گردید۔

نیز رک: ہورن کا مقالہ ''شاعر سلطان سلیم اول'' ۱۹۰۲ء (در: Zeitschrift der deutschen Morgenländische Gesellschaft = ZDMG، 60(1906ء)، ص ۹۷-۱۱۱)

(ج) تذکرہ شاہ طہماسپ اول۔ دوسرے صفوی حکمران کے خودنوشت حالات زندگی (۱۵۱۵ء-۱۵۷۶ء)۔ ترجمہ و تعلیقات۔ شٹراس بورگ ۱۸۹۱ء۔ ایک سال قبل یہ خودنوشت جرمنی کے درج ذیل مجلّہ میں شائع ہوئی، رک:

ZDMG 44(1890ء)، pp. 563-649; 45، (1891ء)، pp. 245-291

(د) لغت فارس از علی ابن احمد اسدی طوسی۔ (فارسی کی ابتدائی کلاسیکی لغت)۔ گیوٹنگن کی شاہی انجمن برائے علوم کے مجلّہ میں شائع ہوئی۔ بابت ۱۸۹۷ء، ص ۱-۳۷، ۱:۱۳۳، انھیں اس لغت کا خطی نسخہ ویٹی کن کی لائبریری سے دستیاب ہوا تھا۔

(ھ) عبرانی اور فارسی کے لسانی روابط پر مرقومۃ الذیل مقالات:

(i) شروانی کی عبرانی/ (فارسی لغت در: مجلّہ بابت قدیم انجیل۔ ۱۷ (۱۸۹۷ء)، ص ۲۰۱-۲۰۳)

(ii) عبرانی/ (فارسی شاعری در: ZDMG، 47 (۱۸۹۳ء)، ص ۲۰۲-۲۱۲)

(iii) عبرانی/ فارسی کے تراجم انجیل (انڈو جرمن تحقیقات، 2 (۱۸۹۳ء)، ص ۱۳۲-۱۴۳)

(و) مغلوں کی فوج اور فنِ حرب (جرمن)۔ لائیڈن ۱۸۹۴ء۔ کچھ عرصہ ہورن شٹھو دفوج میں ملازم رہا اور اس حیثیت میں اس نے اپنے تجربات اور مشاہدات سے استفادہ کیا۔ مزید یہ کہ شٹراس بورگ کی یونیورسٹی لائبریری سے اُسے ''تاریخ نادری'' کا قلمی نسخہ دستیاب ہو گیا، جس میں پانی پت کی جنگ (۱۷۳۹ء) کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

(ز) ہورن نے مطلوبہ مصادر اور خطی نسخوں کی تلاش و جستجو کے لیے متعدد ممالک کے سفر کیے، بالخصوص اٹلی اور ترکی

کے اہم کتاب خانوں کے قلمی خزائن کا بغور جائزہ لیا اور ان میں محفوظ فارسی اور ترکی مخطوطات کے متعلق مفصل فہارس بھی قلمبند کیں۔ اس سلسلے میں اس کے درج ذیل دو جرمن مقالات اہم ہیں۔

(i) اطالوی کتاب خانے: ویٹی کن میں فارسی اور ترکی مخطوطات (ZDMG، 51 (1899ء)، ص ۱-۶۵)

(ii) قسطنطنیہ میں فارسی مخطوطات (ایضاً، ۵۴ (۱۹۰۰ء)، ص ۲۷۵-۳۳۲، ۴۷۵-۵۰۹)

(ح) فارسی زبان کے وسطی اور جدید ادوار پر متعدد کتب و مقالات کے علاوہ ہورن نے ترکی زبان و ادبیات کو بھی اپنا موضوعِ تحقیق و تدقیق بنایا اور اہم تصنیفات سپردِ قلم کیں۔ بخوفِ طوالت ان کا یہاں ذکر نہیں کیا جا رہا، صرف اس کی ''جدید ترکی کی تاریخ'' ہی کا حوالہ دیا جا رہا ہے۔ جو لائی پتسک سے ۱۹۰۲ء میں طبع ہوئی۔

(i) ہالے ہی سے اس قواعد کا عکسی ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔ برصغیر کی تاریخ اور ادبیات سے دلچسپی رکھنے والی جرمن خاتون اس کی خصوصیات اور اہم پہلوؤں پر مقالہ خصوصی بھی پیش کر چکی ہیں، بعنوان:

Heike Liebau: Die Sprachforschungen des Missinärs Benjamin Schultze unter Berücksichtigung der 'Grammatica Hindostanica'. Halle, 1988.

اس قواعد کا ایک غیر مطبوعہ انگریزی ترجمہ برٹش لائبریری (لندن) میں دستیاب ہے، جس کو ڈاکٹر ابواللیث صدیقی مرحوم نے اردو میں منتقل کیا (مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۷ء، طبع ثانی ۲۰۱۷ء)

یہاں اردو کی پہلی گرامر (مؤلفہ کیتیلار، ۱۶۹۸ء) کا ذکر مناسب ہوگا جس پر پولینڈ کی ایک خاتون نے ڈاکٹریٹ کا مقالہ تحریر کیا (بزبان انگریزی جو نیدرلینڈ سے طبع ہو چکا ہے، ۲۰۱۸ء)۔

(ii) دیکھیے راقم کی کتاب ''اقبال اور جرمنی''۔ لاہور ۲۰۲۰ء

(iii) (رک):

Iqbal. New Dimensions. Lahore 2003, pp. 495-303

(iv) بلاشبہ ہورن کا شمار جرمنی کے صفِ اوّل کے ایران شناسوں اور ترک شناسوں میں کیا جاتا ہے، لیکن اس کے مفصل سوانح حیات نہیں لکھے گئے۔ اس کی وفات پر شٹراس بورگ کے ایک مقامی اخبار میں جو تعزیت نامہ شائع ہوا، اس میں بھی مختصر ذکر کیا گیا ہے۔ رک *Strassburger-Buerger-Zeitung* نمبر ۲۶۷، بابت ۱۳ نومبر ۱۹۰۸ء؛ جرمنی کا معتبر علمی مجلّہ برائے علوم شرقیہ (ZDMG)، ۱۸۴۵ء سے شائع ہو رہا ہے۔ رک: اس کی جلد ۶۲ (۱۹۰۸ء)، ص LXIV

مضمون میں درج کردہ معلومات ان مآخذ سے لی گئی ہیں:

ایرک کیٹن ہوفن: ''پول ہورن، ایک جرمن ایران شناس'' (بزبان جرمن)، در: ''نامہ ایران باستان'' 2/2 (۲۰۰۳ء)، ص ۸۱-۹۴ اور یہی مقالہ جرمنی میں ایرانی سفارت خانہ کی جانب سے اسلامی/ایرانی کلچر سے متعلق مجلّہ بعنوان Spektrum Iran میں بھی شائع ہوا (۲۰۰۵ء)۔

نیز رک: اسی مصنف کا ہورن پر مقالہ در، انسائیکلوپیڈیا ایرانیکا، مرتبہ احسان یار شاطر (م۔ 2018ء)، جلد 12، ۲۰۰۴ء، ص ۴۷۶-۴۷۷، اور قدرے تفصیلی فرانسیسی مقالہ از یوہان شٹراؤس، در: *Recherches germaniques,* HS 12 (2017), pp. 35-64

(v) جرمن عنوان: Grundriss der iranischen Philologie.
2 vols., Strassburg 1895, 1904. Reprinted: Berlin/New York, 1974.

برائے تفصیل رک: انسائیکلوپیڈیا ایرانیکا۔ مرتبہ احسان یار شاطر۔ جلد گیارہ (۲۰۰۳ء)، ص ۳۷۰-۳۷۷ (مقالہ از Ruediger Schmitt)۔

(vi) راقم نے اب ان تمام اقساط کو اسی عنوان کے تحت کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے، مع غیر مطبوعہ مراسلات مابین مصنف/مترجم۔ لاہور: ۲۰۱۰ء

(vii) "شاہنامہ" (طبع ولرز) کے اشعار ۴۸، ۶۴ (ZDMG، ۵۷ (۱۹۰۳ء)، ص ۱۷۶)؛ "شاہنامہ" میں طلوعِ آفتاب کے مناظر (نیولدکہ کے اعزاز میں پیش کردہ ارمغان، جلد دوم، ۱۹۰۶ء، ص ۱۰۳۹-۱۰۵۴) اور "شاہنامہ" میں گھوڑا اور سوار (ZDMG، ۶۱ (۱۹۰۷ء)، ص ۸۳۷-۸۴۹)

۱۴- تاریخ ادب فارسی۔ جرمن عنوان Geschichte der persischen Litteratur لائی پزگ ۱۹۰۱ء، طبع ثانی ۱۹۰۹ء۔

۱۵- جرمنی کا ماہوار رسالہ بعنوان Nord und Süd (نارٹ انٹ سود، یعنی شمال اور جنوب)۔ بریسلاؤ (Breslau) سے ۱۸۷۷ء میں چھپنا شروع ہوا۔ اس کا ناشر پاول لنڈاؤ (Paul Lindau) تھا، جو اپنے دور کے جرمن ادباء میں شمار کیا جاتا تھا۔ بنیادی طور پر یہ ادبی مجلّہ تھا اور اس میں مشرقی اور مغربی ادبیات پر بھی مضامین شائع کیے جاتے تھے۔ ۱۹۰۷ء تک اس کے ۱۱۵ شمارے طبع ہو چکے تھے۔ ۱۹۰۹ء میں اس کا عنوان تبدیل کر دیا گیا، یعنی Morgan (صبح) اور اس کے مدیران ورنر سومبارٹ اور رشارٹ شٹراؤس تھے اور ہیوگوفان ہومنس تال کی معاونت سے "نارتھ اینڈ ساؤتھ" کا حصہ بن گیا۔

۱۹۲۰ء میں اس مجلّہ کی اشاعت رک گئی۔ ناشر لڈوگ شٹائنر اس کی بحالی کی کوشش کرتا رہا (۱۹۲۷ء-۱۹۳۰ء) لیکن ۱۹۳۰ء میں یہ مجلّہ بند ہو گیا۔

اقبال نے Nord und Süd میں ہورن کے جس مقالے کا حوالہ دیا ہے، وہ اس مجلّہ کی جلد ۹۴، مسلسل شمارہ نمبر ۲۸۲ (بابت ستمبر ۱۹۰۰ء) میں شائع ہوا تھا اور اس کا عنوان تھا: Was verdanken wir Persien? (pp. 377-395) (ہمیں کیوں ایران کا ممنون ہونا چاہیے؟)۔ ایک معتبر ایران شناس کی حیثیت سے ہورن نے اوستا سے لے کر جدید فارسی زبان و ادبیات اور فردوسی (۹۳۴ء-۱۰۲۵ء) کے "شاہنامہ" جیسے ادبی شاہکاروں کو دادِ تحسین پیش کی ہے۔

۱۶- نسلاً جرمن تھا، لیکن اس نے امریکہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ جیسا کہ اقبال نے لکھا ہے، چارلس (Charles) اس کے نام کا حصہ نہیں، بلکہ اس کا پورا نام Arthur F. J. Remy لکھا جاتا ہے۔ اقبال نے ریمی کی جس کتاب سے معلومات دی ہیں، وہ درج ذیل ہے:

The Influence of India and Persia on the Poetry of Germany. New York, 1901.

اقبال نے زیادہ تر اس کے ایران سے متعلقہ حصہ سے استفادہ کیا ہے۔ ریمی نے اس کے علاوہ کوئی اور کتاب نہیں لکھی۔ اس کے صرف ایک مضمون کا حوالہ ملتا ہے، جس میں اس نے جرمن شاعر پلاٹن (Platen) پر فارسی ادب کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔

(مطبوعہ: جرنل آف امریکن اورینٹل سوسائٹی، جلد ۲۱، شمارہ ۲ (۱۹۰۱ء)، ص ۴۰-۴۱)۔

ریاض الحسن مرحوم نے ریمی کی متذکرہ بالا انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ کیا تھا، جو پاک/ جرمن فورم (کراچی) سے طبع ہوا تھا۔ اس پر مفصل تبصرہ (از ڈاکٹر معزالدین) کے لیے رک: اقبالیات (جنوری ۱۹۷۵ء)، ص ۶۷-۸۲)۔

اقبال کی پیامِ مشرق کے دیباچے کے ابتدائی دو صفحات میں جن اشخاص و کتب وغیرہ کا حوالہ دیا گیا ہے، شاعرِ

المانوی کے ’’دیوان‘‘ کے اس ’’جواب‘‘ کے کسی شارح یا مترجم نے قارئین کی سہولت کے لیے کوئی تشریحی حاشیہ نہیں دیا، اس لیے راقم کو قدرے تفصیل سے ذکر کرنا پڑا۔ ویسے تو اقبال کی دائمی مقبولیت کی مختلف وجوہ ہیں، جن میں ایک سنجیدہ قلم کار کی بھی ہے۔ وہ کسی زیرِ تالیف تحریر سے متعلقہ مآخذ کی تلاش و جستجو کے لیے مسلسل جدوجہد کرتے تھے، درج بالا اقتباس اس کا بیّن ثبوت ہے۔ اس میں جرمن ایران شناس ہورن اور اس کی تاریخ ادبیات فارسی (۱۹۰۱ء) اور اہم مقالے (۱۹۰۰ء) کا حوالہ دیا ہے، وہ کسی اور خاور شناس کی تالیفات میں نظر نہیں آتے۔ یوں اقبال کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ ان مصادر سے استفادہ کرنے والے پہلے اسکالر ہیں۔ اُن کے ڈاکٹریٹ کے مقالۂ خصوصی کے موضوع کا تعلق ایران سے تھا یعنی ’’فلسفۂ عجم‘‘ (اردو ترجمہ)، جو انھوں نے کیمبرج میں مکمل کر لیا تھا، لیکن اس کی سند حاصل کرنے کے لیے انھیں میونخ جانا پڑا۔ ممکن ہے، انھوں نے کیمبرج ہی میں ان منابع سے استفادہ کر لیا ہو، لیکن یہ امر بھی لائقِ توجہ ہے کہ جب وہ جرمن زبان میں مہارت حاصل کر کے ہائیڈل برگ سے میونخ پہنچے تو وہاں اپنا مقالہ خصوصی پیش کرنے سے قبل ہورن کی ان درج بالا تحریروں سے متعارف ہوئے ہوں۔ شٹراس بورگ میں مقیم اس ایران شناس کی سبھی تالیفات میونخ میں بآسانی دستیاب تھیں اور یہاں اقبال نے تقریباً ایک ماہ قیام کے دوران اُن کا مطالعہ کیا ہو۔

۱۷- رجوع کیجیے (= رک):

Heinrich Heine: "Die romantische Schule", in: Hans Kaufmann (ed.): Werke und Briefe. Vol. 5, Berlin 1961, pp. 57-58, see also H. Heine: Säntliche Werke, Vol. 8/i, "Romantische Schule", 1st vol., pp. 160ff.

۱۸- رک:

Andrea Fuchs-Sumiyoshi: *Orientalismus in der deutschen Literatur* . Germanistische Texte und Studien, vol. 20, Hildesheim 1984 and T. Kontje: German Orientalismus. Ann Arbor, 2002.

۱۹- گوئٹے نے اپنی اس تحریر میں (Johann Gottfried Herder) ہرڈر کا ذکر کیا ہے:

Erinnern wir uns nun lebhaft jener Zeit, wo Herder und Eichhorn uns hierüber persönlich aufklärten, so gedenken wir eins hohen Genusses, dem reinen orientalischen Sonnenaufgang zu vergleichen. Was solche Männer uns verlichen und hinterlassoen, darf nur angedeutet werden, und man verzeiht uns die Eilfertigkeit, mit weleher wir an diesen Schättzen vorübergehen."(*Goethes Werk,* HA, Vol. II, p. 128)

۲۰- رک:

J. G. Herder: *Adrastea* XI, in: *Werke in zehn Bänden,* Grünter Arnold (ed.), Frankfurt/M, 2000, p. 862.

ہرڈر اور گوئٹے کے تعلقات کے لیے رک:

Ali Radjai-Bockarai: Die Bedentung der Poesie des Orients bei Goethe und Herder. Tübingen 1973; Barabara Schtemrich-Köhler: Zur Funktion der orientalische Poesie bei Goethe, Herder, Hegel. Frankfurt/M, 1992.

۲۱- شلر (Joh. Christoph Friedrich von Schiller)۔ رک: شلر کی تصانیف اور خطوط، بارہ جلدوں میں۔ مرتبہ Otto Dann و دیگر۔

J. Ch. Bürgel: "Nizami", in: Die Grossen der Weltgeschichte: Vol. III, Zürich 1973, pp. 526-539

۲۲- ہامر پورگشتال (Josef Freiherr von Hammer-Purgstall)۔ اُس کے سوانح اور دیگر تفصیلات کے لیے راقم کی کتاب:

Hammer-Purgstall and the Muslim India. Lahore: Iqbal Academy Pakistan, Lahore 1989.

۲۳- حافظ اور گوئٹے کے شعری تعلق پر بیوروگل جیسے جرمن مستشرقین نے تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔ لیکن یہاں چند انگریزی مطالعات کا حوالہ دیا جاتا ہے:

Jan Slomp: "The Triangle: Hafiz, Goethe and Iqbal", in: Main Currents in Contemporary Thought in Pakistan. Discourses delivered on Sham-i Hamdard. Ed. Hakim Mohammad Said. Karachi, 1973, pp. 388-414; Massims Leone: "The sacred (in) visibility and communication: an inter-religious dialogue between Goethe and Hafiz", in: Islam and Christian-Muslim Relations (Birmingham), 23/3 (July 2012), pp. 329-345; Shefiq Shamil: Goethe and Hafiz: poetry and history to the West-östlicher Divan. Bern, 2013 and Baha' al-Din Khurramshahi: "Goethe and Hafiz: common hearts are better than common languages". Tr. Alexand [iran] Manavaz, in: Anthology of Iranian Studies, 5 (2001), pp. 1-28.

برائے ''دیوان غرب و شرق'' از گوئٹے۔ طبع اول، 1819ء۔ طبع نو مع مفصل حواشی و تعلیقات، مرتبہ Hendrik Birus۔ دو جلد، برلین 2010ء۔ گوئٹے کی شرق شناسی اور حافظ سے اسلوبی اور تخلیقی اثر پذیری کے مآخذ کے لیے رک:

Hans Henning (ed.): Goethe-Bibliographie. 3 pts in 5 vols., Halle 1963 Weimar 1966-1976 and Hans Pyritz (ed.): Goethe-Bibliographie, 2 vols., Heidelberg 1965-1968.

''دیوان حافظ'' کا مترجم ہامر آسٹریا کی اکادمی برائے مطالعاتِ شرقیہ کا بانی صدر، استنبول میں مقرر کردہ آسٹرو ہنگیرین ایمپائر کا نمائندہ، ''خزائن شرقیہ'' (Fundgruben des Orients) جیسے علمی جریدے کا مدیر (1809ء-1818ء)، فارسی اور ترکی ادبیات کی جامع تواریخ لکھنے والا۔ انھی خدمات میں ویانا میں اس کے نام سے سوسائٹی کا قیام۔

۲۴- اس کتاب کا جرمن حوالہ:

Goethe, sein Leben und Seine Werke. 2 vols., Munich: C.H. Beck, 1896-1906.

۲۵- اصل جرمن عبارت درج ذیل ہے:

"Der Sänger von Schiras erschien wie sein leibhaftiges Ebenbild. Ob er vielleicht in der Persers Gestalt schon einmal auf Erden gewandet? Dieselbe Erdenfeudigkeit und Himmelliebe, Einfachkeit und Tiefe, Wahrheit und Gradheit, Glut und Leidenschaftlichkeit, und endlich dieselbe Offenheit und von keinerlei Satzung

eingeschränkte Empfänglichkeit für alles Menschliche. Passte es nicht auch auf ihn, wenn die Perser ihnen Dichter zurgleich die mystische Zunge und den Dolmetsch der Geheimnisse nannten, wenn sie von seinen Gedichten sagten, sie wären dem Äusseren nach einfach und umgeschmückte, hälten aber tiefe, die Wahrheit ergründene Bedeutung und höchste Vollendung? Und genoss nicht Hafis wie er die Gunst der Niederen und Grossen? Ja, erroberte er nicht auch der Eroberer, den gewaltigen Timur? Und rettete er sich nicht aus allem Umsturz der Dinge seine Weiterkeit und sang weiter wie vordem in Frieden, in den alten gewohnten Verhältnissen?(p. 341)

۲۶- اس کے بعد یہ عبارت ہے، جس کا اردو ترجمہ شامل نہیں کیا گیا:

"--So wurke ihm Hafis ein geliebter Bruder aus der Urzeit, und gern trat er einmal in die verrandte Spuren und versuchte dem östlichen Diwan einen westlichen entgeganzusetzen, der ein westöstlicher werden musste, da der westliche Dichter die Anschauungen und Formen des Ostens mit desen des Westens verschmolz und getrost die Maske des persischen, Sängers anlagen konnte, ohne von der eigenen ausgeprängen Persönlichkeit einen Deut aufzugehen. In dieser innerlichen angenommenen Maske reiste Goethe in Juli 1814 nach der Rhein-und Maingegenden. Das erste lakomische Wort des Reisetagesbuch ist: Hafis". (p. 342)

۲۷- برائے تفصیل رک: گوئٹے کی Noten und Abhandlungen، جس سے H. Birus نے اپنے مرتبہ ''دیوان شرقی'' کی تعلیقات میں بھرپور استفادہ کیا ہے (حوالۂ مذکور)۔ اس کے علاوہ معروف جرمن گوئٹے شناس Katharina Mommsen کی یہ کتب: (گوئٹے اور عرب دنیا)*Goethe und die arabische Welt*، Frankfurt 1988 (گوئٹے اور اسلام) *Goethe und der Islam,* Leipzig 2001
اس ضمن میں پاول ہورن کی کتاب (حوالۂ مذکور) بھی اہم معلومات فراہم کرتی ہے۔

۲۸- H. Birus کے مرتبہ ''دیوان'' کی جلد دوم۔

۲۹- رک:

Hartmut Bobrzin (Ed.): August Graf von Platen. Leben, Werk, Wirkung. Vienna, 1988; Hubert Tschersig: Das Gasel in der deutschen Dichtung und das Gasel bei Platen. Leipzig, 1908.

رک:

Hartmut Bobzin: "Platen und Rückert im Gespräch über Hafiz", in: August Graf von Platen, op. cit., pp. 103-119; Ibid. (Ed.): Der Koran. In der Übersetzung von Friedrich Rückert. Würzburg 1995; Ali Radjaie: Das profan-mystische Ghasel des Hafis in Rückerts Übersetzungen und in Goethe's "Divan". Würzburg, 1998; A. Schimmel (Tr. and annotated): Friedrich Rückert (1788-1866). Wiesbaden 1966;

Ibid. (Ed.): Friedrich Rückert. Ausgewählte Werke. 2 vols., Frankfurt/M, 1988.

۳۰- رک:

Isse Chehabi: Friedrich Bodenstedt's Verduetschung der Hafischen Lieder. Diss. Cologne, 1967.

۳۱- رک:

H. Heine: Historisch-kritische Gesamtausgabe der Werke. Ed. Manfred Windfuhr. Hamburg 1993, vol. 3/i, pp. 49f.

۳۲- اطالوی عنوان: La decadenza dell' Europa (مطبوعہ Firenze، ۱۹۲۲ء)۔ انگریزی ترجمہ از F. Brittain، بعنوان The Decadence of Europe Paths of Reconstruction (مطبوعہ لندن، ۱۹۲۳ء)۔ نیز رک: اُسی دور کی معروف تصنیف Der Untergang des Abendlanders (زوالِ مغرب)۔ از اشپینگلر (Oswald Spengler، 1880ء–1936ء)۔ 2 جلد، مطبوعہ ۱۹۱۸ء، ۱۹۲۲ء)

۳۳- در: زمیندار (لاہور)، ۷ مارچ ۱۹۲۳ء، ۱۹ مارچ ۱۹۲۳ء اور ۲۱ مارچ ۱۹۲۳ء

۳۴- ماہنامہ ''الحمراء'' (لاہور)، دسمبر ۲۰۲۰ء

۳۵- اقبال کی بیشتر شعری اور نثری کتب پر تنقیدی و تحقیقی مطالعات اور شروح چھپ چکی ہیں، لیکن ابھی تک پیامِ مشرق پر کوئی مستقل تصنیف نہیں لکھی گئی۔ ان کی زندگی میں اس کے تین ایڈیشن طبع ہوئے (۱۹۲۳ء، ۱۹۲۴ء اور ۱۹۲۹ء)۔ ان کی رحلت سے قبل اور کچھ سال بعد اس کے مندرجات پر درج ذیل تحریریں لائق توجہ ہیں:

سید سلیمان ندوی، پیامِ مشرق (معارف، مئی ۱۹۲۳ء، اداریہ)؛ جرمن رسالہ ''اسلامیکا'' میں نکلسن کے انگریزی تبصرہ کو اسلامیہ کالج (لاہور) کے میگزین کریسنٹ میں شائع کیا گیا (جلد ۲۰، شمارہ ۸۱، مارچ-اپریل ۱۹۲۶ء، ص ۹-۱۸) اور اس تبصرے کا اردو ترجمہ در: پیغام حق (لاہور)، اقبال نمبر۔ جنوری/ مارچ ۱۹۴۶ء، ص ۱۸۰-۱۹۴؛ محمد اسلم جیراجپوری: پیامِ مشرق (طلوع اسلام (دہلی)، نومبر ۱۹۳۹ء، ص ۴۱-۵۸)؛ خمار: گوئٹے اور اقبال (ڈان (اردو)، ۲۱ اپریل ۱۹۴۹ء)؛ پیامِ مشرق کے اردو دیباچے کا انگریزی ترجمہ از اقبال (ڈان (انگریزی)، ۲۱/اپریل ۱۹۴۹ء)؛ ایس اے واحد: اقبال کی پیامِ مشرق (ڈان (انگریزی) ۲/اپریل ۱۹۵۱ء)؛ عبدالجبار شاکر کا ایم فل کا مقالہ اقبال کی اردو نثر۔ مطبوعہ کتاب سرائے، لاہور۔

راقم اس مقالے کے مآخذ درج ذیل ہیں:

پیامِ مشرق کا جرمن ترجمہ از آنیماری شمل، مطبوعہ ویس بادن، ۱۹۶۳ء اور اشاعتِ مکرر، در: مجموعہ جرمن تراجم۔ مرتبہ آنیماری شمل، ٹیوبنگن، ۱۹۷۷ء، ص ۱۲۱-۱۹۸؛ محمد اکرام چغتائی: پیامِ مشرق، چند تصریحات۔ لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۵ء؛ Ghorbanali Askarian کی جرمن کتاب پیامِ مشرق پر، مطبوعہ برلین 2009ء؛ G. S. Sahota کی انگریزی کتاب، بعنوان Late Colonial Sublime: Neo-Epics and the Romantic Imagination in India. 2012 (?)